علامہ عبدالحکیم سیالکوٹی

حافظ عباد اللہ فاروقی

علامہ عبدالحکیم عہدِ اکبری میں سیالکوٹ میں پیدا ہوئے۔ صاحب روضۃ الادبلہ کے بیان کے مطابق آپ کے والد بزرگوار کا نام شیخ شمس الدین تھا۔ آپ کا سالِ پیدائش ۹۶۸ھ ہے۔ جبکہ اکبر کو ہندوستان میں سریر آرائے سلطنت ہوئے ابھی چھ برس گزرے تھے۔ حضرت مجدد الف ثانیؒ جو (۹۶۳ھ لغایت ۱۰۱۴ھ) پیدا ہوئے آپ سے چار سال چھوٹے تھے۔ نواب سعداللہ خان جو شاہجہان کے عہد میں وزیرِ اعظم کے ممتاز عہدہ پر فائز رہے علامہ کے ہم جماعتوں میں سے تھے۔ چنانچہ مولانا محمد دین فوق رقمطراز ہیں کہ

> "سیالکوٹ اور سیالکوٹ کی مسجد میاں وارث کو جو کشمیری محلہ میں ابھی تک موجود ہے۔ یہ شرف رہا ہے کہ وہاں نہ صرف مولوی عبدالحکیم صاحب جیسے علامہ روزگار ہی پڑھتے رہے ہیں۔ بلکہ نواب سعداللہ خان وزیرِ اعظم شاہجہان اور حضرت شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانیؒ بھی پڑھتے رہے ہیں۔"

آثارِ خیر میں لکھا ہے "ملا عبدالحکیم سیالکوٹی جن کا ہندوستان کے مشہور علماء و فضلاء میں شمار ہوتا ہے۔ علامہ سعداللہ خاں کے ساتھ ملا کمال کشمیری سیالکوٹی سے پڑھے تھے۔

اور سعد اللہ خاں سبق میں اِن سے پیچھے تھے، مگر قسمت کے معاملہ میں اِن سے زیادہ پیش قدم نکلے۔ اور علامی کے خطاب سے موصوف ہو کر بڑھتے بڑھتے شاہجہان کے وزیر اعظم بن گئے " صاحب سالکین آلسالکین و آثار خیر وصاحب تاریخ سیالکوٹ محمدی وصاحب روضہ قیومیہ اور صاحب زبدۃ المقامات نے حضرت مجدد الف ثانیؒ کو علامہ عبد الحکیمؒ ہم مکتب اور مولانا کمال کشمیری کا شاگرد بتایا ہے۔

علامہ عبد الحکیمؒ اور حضرت مجدد الف ثانیؒ کے باہمی مراسم کا کچھ حال صاحب زبدۃ المقامات اور صاحب روضہ قیومیہ نے تحریر کیا ہے جس کا خلاصہ حسب ذیل ہے۔

"ایک مرتبہ علامہ عبد الحکیم نے حضرت مجدد الف ثانیؒ کو خواب میں دیکھا کہ وہ مولوی صاحب سے قرآن حکیم کی یہ آیت فرما رہے ہیں قُلِ اللّٰہُ ثُمَّ ذَرْهُمْ فِیْ خَوْضِهِمْ یَلْعَبُوْنَ ۔ مولوی صاحب جب خواب سے بیدار ہوئے تو دیکھا کہ سینہ کے اندر ایک نُور برس رہا ہے۔ دل ہے کہ خود بخود ذکر کر رہا ہے۔ اور حالت یہ کہ سارے بدن پر اس کا اثر محسوس ہو رہا ہے۔ دُعا اور توجہ کے لئے حضرت کی خدمت میں ایک عریضہ لکھا"

خواجہ ہاشم مصنف زبدۃ المقامات لکھتے ہیں۔ ایک روز قیوم اوّل (حضرت مجددؒ) کی مجلس میں تمام مرید حاضر تھے۔ اثناءِ گفتگو میں کسی نے کہا کہ آنجناب کی تجدید الف اور قیومیت ہم لوگوں پر تو اظہر من الشمس ہے لیکن اگر کوئی عالم جو علمائے عصر میں بلند مرتبہ رکھتا ہو اور جس کی سند کو سب تسلیم کرلیں، اس امر کی تائید کرے تو بہت اچھا ہے۔ خواجہ ہاشم جو مولانا محمد الہاشم کشمی کے نام سے بھی مشہور ہیں کہتے ہیں میں نے خود یہ الفاظ اپنی زبان سے حضرت قیوم اوّل کی خدمت میں عرض کئے۔ فرمایا مولوی عبد الحکیم سیالکوٹی کو جانتے ہو۔ آج اہلِ علم میں ان کا کیسا مرتبہ ہے؟ سب نے بالاتفاق عرض کیا۔ آج معقول و منقول میں ان کا کوئی ثانی نہیں ہے وہ یکتائے زمانہ ہیں۔ پھر آپ نے فرمایا کہ مولانا نے میری طرف ایک خط لکھا ہے اسے دیکھو یہ کہہ کر خط آگے رکھ دیا۔ اس خط میں بہت سے مدحیہ فقرے حضرت قیوم اوّل کے بارے میں تھے۔ اس خط میں مولانا نے اپنے خواب کا واقعہ لکھا تھا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ یہ سب سے پہلا خط ہے جو مولوی عبد الحکیم مرحوم نے

حضرت مجدد الف ثانیؒ کو لکھا۔ روضۃ الادبار و روضۃ القیومیہ میں بھی اِس خط کی تائید کی گئی ہے۔

علامہ عبدالحکیم نے بالآخر حضرت مجدد الف ثانیؒ کی بیعت کی اور تجدیدِ الف کے اثبات میں ایک رسالہ بھی "دلائل التجدید" کے نام سے لکھا۔ روضہ قیومیہ میں اس رسالہ کے متعلق لکھا ہے کہ اس میں مولانا نے نہایت قوی دلائل و براہان بیان فرمائے ہیں۔ مولانا جب سرہند سے واپس آئے تو اُن کے نام کے ساتھ دربارِ قیومیت سے "آفتابِ پنجاب" کے خطاب و الفاظ کا اضافہ ہو چکا تھا۔ یعنی وہ وجود جو صرف علومِ ظاہری کا آفتاب تھا اب باطنی و روحانی فیوضات میں بھی شمسِ بازغہ ہو کر نکلا۔

حیرت ہے کہ آپ کا نام "اکبرنامہ، آئینِ اکبری" اور مولانا محمد حسین آزاد کی کتاب دربارِ اکبری میں موجود نہیں۔ اس کی وجہ ایک یہ بھی ہو سکتی ہے کہ چونکہ اکبر علمار کا قدردان نہ تھا اس لئے اس کے ہم عصر مؤرخین نے علمار کا تذکرہ عمداً نہ کیا ہو۔ اکبر کی وفات کے وقت (۱۰۱۴ھ) میں آپ کی عمر ۴۵ برس کے قریب تھی۔ اس وقت اکبر کے عالیشان مدرسہ لاہور میں آپ مدرس تھے۔ لیکن آپ کی رسائی اکبر کے دربار تک نہ ہو سکی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ بعض کتابوں میں آپ کا ذکر نہیں ملتا۔ آپ کافی مدت لاہور رہے۔ یہاں تک کہ "فاضلِ لاہوری" کے نام سے مشہور ہو گئے۔

محمد اللہ شارح مسلم آپ کے قول کو "قال الفاضل اللاہوری" لکھ کر بیان کرتا ہے۔ روضۃ الادبار میں بھی آپ کے قیامِ لاہور کا ذکر ہے اور لکھا ہے کہ مسائل منطق میں علمائے یورپ اور آگرہ سے آپ کے اکثر بحث مباحثہ رہتے تھے۔

اکبر کی وفات کے بعد ۱۰۱۴ھ میں جب جہانگیر تخت پر بیٹھتا ہے تو اس نے علمار کو جاگیریں عطا کیں۔ علامہ عبدالحکیم سیالکوٹی کو بھی ایک معقول جاگیر دی گئی۔ جہانگیر کی آپ پر خاص توجہ تھی۔ شاہی عنایت کی وجہ سے آپ اہلِ حشمت ہو گئے تھے۔ علمائے ہند مسائلِ دینیہ میں آپ سے فتاویٰ طلب کرتے۔ اور اس زمانہ میں چونکہ تعلیم بالکل مفت تھی اس لئے طلبار آپ کے درس میں دُور دراز سے آتے اور صاحبِ علم و فضل ہو کر جاتے۔

آثارِ خیر میں عہدِ جہانگیری کے جن سولہ[16] عالموں کا ذکر ہے ان میں ایک نام مولانا عبدالحکیم کا بھی ہے۔ آپ عہدِ جہانگیر تک لاہور ہی میں قیام فرما رہے۔ آپ نے حضرت میاں میرؒ سے ملاقات کی، جس کا مفصل حال شاہزادہ دارا شکوہ نے اپنی کتاب سکینۃ الاولیاء میں لکھا ہے۔

شاہجہاں کے عہد میں علامہ موصوف کو اکبرآباد (آگرہ) کے سرکاری مدرسہ میں جو اکبر کا آباد کیا ہوا تھا مدرسِ اعلیٰ بنا کر بھیجے گئے۔ حاجی محمد قدسی مشہدی جو اس زمانہ کے مشہور شاعر تھے وہ اور علامہ عبدالحکیم اس مدرسہ میں ایک ہی وقت میں استاد رہے۔ شاہجہان کے زمانہ میں مولانا کو دربار تک رسائی بھی ہوگئی۔ چنانچہ اس عہد کی اکثر کتابوں میں آپ کا تذکرہ پایا جاتا ہے۔ شاہجہان کے دربار میں ایران و توران و عرب و شام تک کے علماء اور اہلِ کمال موجود تھے مگر ان سب میں بلحاظ قابلیت علامہ عبدالحکیم کا پایہ بلند تھا۔ ملا عبدالحمید لاہوری شاہجہاں نامہ میں لکھتے ہیں کہ جن طلباء کو سالِ جلوس اول یا مابعد کے سالہائے جلوس میں انعام و اکرام ملتے رہے۔ ان میں ایک ملا عبدالحکیم سیالکوٹی بھی تھے۔

صاحب مآثرالکرام دفترِ اول میں علامہ عبدالحکیم کے متعلق لکھتے ہیں:-

"چوں نوبت دراۓ ہندوستان بہ صاحب قِران شاہجہان انار اللہ برہانہ رسید، و خلافتہ علیا ... قرار ... دیگر ... برآمد۔ ملا عبدالحکیم درین عہد پایۂ خود را بہ درگاہِ خلافت رسانید۔ ہرگاہ وارد حضور میگردید بہ رعایت تقویۂ تا حدود خصوص می گشت۔ و دوبار سنجیدہ شد۔ و چند قریہ بہ رسم سیورغال انعام شد۔"

شاہجہانی عہد میں جو نامور ذی علم علماء درجۂ امراء میں داخل تھے، اور جن میں بعض مثلاً نواب سعد اللہ خاں ملکی خدمات پر بھی مامور تھے صاحب آثارِ خیر نے ان کی تعداد باسیس[۲۲] تک بیان کی ہے جن میں بدخشانی بھی ہیں۔ بخاری اور سندھی بھی۔ اسی طرح لاہوری، دہلوی اور کابلی بھی ہیں۔ ملا عبدالحکیم سیالکوٹی کا نام بھی جلی حروف میں لکھا ہوا ہے۔ یہ علماء و فضلاء ملکی کام بھی کرتے تھے۔ غیر ممالک کے بادشاہوں اور ماتحت

والیانِ ملک کو حفظِ مراتب کے ساتھ حکومت کی طرف سے مراسلے لکھتے تھے۔ شریعتِ اسلامیہ اور علومِ دین کی حفاظت واشاعت کرتے تھے۔ ان کے فیضانِ صحبت کا یہ اثر تھا کہ شاہجہان نے بادشاہ ہو کر کئی غیر شرعی امور مثلاً سجدۂ کورنش وغیرہ ترک کرا دیئے۔

شاہجہان نے دو مرتبہ علامہ عبدالحکیم کا تلاوا کرایا۔ ماثر الآمراء اور دیگر کتابوں میں لکھا ہے کہ مولانا کو دو مرتبہ چھ ہزار نقد ملا جو آن کے وزن کے برابر تھا۔ حدائق الحنفیہ میں مولانا عبدالحکیم کے حالات میں لکھا ہے کہ شاہجہان کے عہد میں ان کے پاس ایک لاکھ پچیس ہزار روپیہ سالانہ کی جاگیر تھی جو آپ کی اولاد کے پاس چند پشتوں تک قائم رہی۔

علامہ عبدالحکیم علوم معقول و منقول، منطق و فلسفہ اور دینیات کے مجمع البحرین تھے کہ جن کے چشمۂ فیض سے سینکڑوں اور ہزاروں تشنگانِ علم نے پیاس بجھائی۔ لیکن آج جب مولانا کے فیض یافتگان اور تلامذہ کے نام تلاش کئے جاتے ہیں تو سوائے ماثر الکرام جلد اول کے کہیں اور کسی شاگرد کا نام نہیں ملتا۔ ماثر الکرام میں چونکہ زیادہ تر بلگرام (لکھنؤ) کے علماء و فضلاء کا ذکر ہے۔ اس لئے اس میں علامہ عبدالحکیم کے جن ۲ دو شاگردوں کا نام ملتا ہے وہ بلگرام اور اسی نواح کے بزرگ ہیں۔ یعنی (۱) عبدالرحیم جو مرادآباد کے قاضی بھی ہو گئے تھے (۲) سید اسمٰعیل بلگرامی۔ ممکن ہے ان بزرگوں نے ملّا عبدالحکیم سے اس زمانہ میں تعلیم پائی ہو جب شاہجہان کے ابتدائی دور میں وہ لاہور سے اکبرآباد (آگرہ) کے سرکاری مدرسہ میں بھیجے گئے۔ مولانا نے لاہور اور سیالکوٹ میں بھی سرکاری اور نجی طور پر سلسلۂ تدریس جاری رکھا۔ تعجب ہے پنجاب میں ان کے کسی شاگرد کا نام کسی تاریخ میں موجود نہیں۔

تصنیفات

علامہ کی تصانیف کی صحیح اور مکمل تعداد کسی تاریخ سے معلوم نہیں ہو سکی۔ انہوں نے زیادہ تر منطق و فلسفہ کی اوق ترین کتابوں کے حواشی اور ان کی شرحیں لکھی ہیں۔ صرف ایک کتاب غنیۃ الطالبین ایسی بتائی جاتی ہے جس کو آپ نے عربی سے فارسی میں ترجمہ کیا تھا، باقی کی تمام تصانیف حاشیے اور شرحیں عربی زبان میں ہیں۔ استاذی "حضرت مولانا سید میرک شاہ صاحب اندرابی شیخ الحدیث"

کا خیال ہے کہ علامہ عبدالحکیم نے شرحیں اور حاشیے لکھ کر علم کی گرانقدر خدمات سرانجام دی ہیں۔ مآثر الکرام میں آپ کی تصانیف کے متعلق لکھا ہے۔

"تصانیفِ اُو در بلادِ عرب و عجم سائر و دائر است"۔

صاحبِ روضۃ الادبار لکھتے ہیں "تصانیف آپ کی بہت مفید ہیں اور اہلِ علم ان کو بہت پسند کرتے ہیں۔ چنانچہ آپ نے خیالی کا جو حاشیہ لکھا ہے اس کے متعلق کسی کا یہ شعر ہے :-

خیالاتِ خیالی بس عظیم است　　　　برائے حلِ اُو عبدالحکیم است

علاوہ ازیں تفسیر بیضاوی اور مطوّل پر حاشیہ اور عبدالغفور کا تکملہ آپ نے نہایت قابلیت سے لکھا ہے۔ مختلف کتابوں کی ورق گردانی سے آپ کی تصانیف کی جو تعداد معلوم ہو سکی ہے ان کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

(۱) حاشیہ تفسیر بیضاوی (۲) حاشیۂ مطوّل (۳) حاشیہ عبدالغفور (۴) حاشیہ شرح مواقف۔ (۵) حاشیہ مقدماتِ تلویح۔ (۶) حاشیہ شرح عقائد تفتازانی (۷) حاشیۂ خیالی (۸) حاشیہ شرح شمسیہ و قطبی میر۔ (۹) تکملہ عبدالحکیم شرح جامی۔ (۱۰) حاشیہ شرح عقائد ملا جلال الدین دوانی۔ (۱۱) درۃ ثمینیہ در سیات واجب الوجود۔ (۱۲) حواشی درکنارِ شرح حکمۃ العین۔ (۱۳) حواشی درکنارِ شرح ہدایہ حکمت۔ (۱۴) حواشی درکنارِ سرّ الارواح۔ (۱۵) ترجمہ غنیۃ الطالبین۔ (۱۶) شرح تہذیب محشی۔ (۱۷) القول المحیط یہ رسالہ علم منطق میں ہے۔ (۱۸) کتاب مشہود۔ (۱۹) دلائل التجدید (حضرت مجدد الف ثانی کے دعویٰ کی تائید میں)۔ (۲۰) حاشیہ شرطیہ۔

علامہ عبدالحکیم نے جو شرحیں لکھیں اور جو حواشی مختلف ادق کتابوں کے تحریر کئے انہوں نے آپ کی شہرت و عظمت کو علمائے عصر میں ممتاز جگہ دی۔ مگر اس زمانہ میں ایسے علماء بھی موجود تھے جو آپ کی آزاد خیالی کو پسند نہیں کرتے تھے۔ مثلاً ملا عبدالرزاق کشمیری نے جنہیں شاہ جہاں نے مدرسہ کابل کا مدرس بنا کر افغانستان بھیج دیا تھا۔ آپ کے اکثر حواشی کا رد لکھا ہے۔

علامہ عبدالحکیم کے سالِ پیدائش کا معیار صرف تاریخی قیاسات پر کیا گیا ہے۔ لیکن آپ کے سال وفات ۱۰۶۸ھ پر سب مؤرخوں کا اتفاق ہے۔ اسی طرح وفات کے وقت آپ کی عمر سو سال تھی۔ تاریخ سیالکوٹ صمدی میں مولانا عبدالحکیم کی وفات کے دو تاریخی قطعات بھی ہیں جو مندرجہ ذیل ہیں ؎

بحکمِ ازلی چوں بہ جنّت رسید شہ معدنِ علم عبدالحکیم
ندا شد ز دِل سالِ ترحیلِ اُو دل مخزنِ علم عبدالحکیم
۱۰۶۸ھ

چو با حُکم خدا داخل جناں شد حکیم آں عالمِ دیں با مروّت
بخواں عارفِ بہشتی ارتحالش دو بارہ متقی احلال جنّت
۱۰۶۸ھ

مولانا کی وفات سیالکوٹ میں ہوئی اور اپنے عالیشان باغ میں دفن کئے گئے۔ آپ کے مزار کی عمارت شاہجہانی عمارتوں کا اصل نمونہ تھی۔ سنگِ مرمر اور دیگر اقسام کے بیش قیمت پتھر فرشوں، دیواروں، محرابوں اور قبر کے تعویذ پر لگائے گئے تھے۔ تاریخ سیالکوٹ صمدی میں لکھا ہے "اس طرز و شان کی عمارات سیالکوٹ میں بہت کم تھیں"۔ علامہ کے مقبرہ کی چاردیواری پختہ ہے مگر خستہ حالت میں ہے۔ قبر کا چبوترہ چھوٹی چھوٹی سیڑھیوں کے بعد آتا ہے۔ چبوترہ پر سفید پتھر کی چھوٹی چھوٹی تختیاں ہیں جن کی درزیں سنگِ سیاہ کے خطوط سے نہایت خوشنما معلوم ہوتی ہیں۔ مولانا عبدالحکیم کے پہلو میں ان کے فرزند مولانا عبداللہ کی قبر ہے۔ سکھوں کے عہد میں شاہجہانی عہد کی دیگر عمارات کی طرح یہ مقبرہ بھی سنگِ مرمر کے لالچ میں تاراج کر دیا گیا۔

علامہ عبدالحکیم کی تعمیر کردہ عمارتیں

علامہ عبدالحکیم نے شہرِ سیالکوٹ میں بیشمار عمارتیں تعمیر کرائیں۔ جن میں ایک عالیشان ذاتی حویلی کے علاوہ کچھ عمارتیں ایسی بھی تھیں جو رفاہِ عام کے لئے وقف تھیں۔

مسجد و مدرسہ مولوی عبدالحکیم مسجد میں مولانا کا مشہور مدرسہ بھی تھا جس کی شہرت تمام ہندوستان میں پھیلی ہوئی تھی۔ اس مدرسہ سے صدہا طالب علم دستارِ فضیلت لے کر اور فارغ التحصیل ہو کر نکلتے تھے۔

مسجد کا سالِ تعمیر ۱۰۵۲ھ ہے۔ چونکہ مسجد کے ساتھ ہی مدرسہ کا انتظام بھی کیا گیا تھا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اسی سن میں آپ نے سیالکوٹ میں اپنا درس بھی جاری کیا ہے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ مولانا نے لاہور اور آگرہ کی سرکاری ملازمت ۱۰۵۲ھ سے پہلے ہی ترک کر دی تھی۔ اس لئے کہ ۱۰۵۲ھ میں جب آپ نے درس جاری کیا تو پھر سیالکوٹ سے بہت کم باہر نکلے۔ یہ مسجد محلہ میانہ پورہ میں واقع ہے۔ اس محلہ میں مولانا عبدالحکیم کے رہائشی مکانات بھی تھے جو تاراج ہو چکے ہیں۔

حمام و مسافرخانہ علامہ عبدالحکیم نے ایک تالاب بھی بنوایا تھا جس کے متصل ہی انہوں نے ایک حمام اور مسافرخانہ بھی تعمیر کرایا تھا۔ یہ شاندار عمارتیں جو شہر سیالکوٹ کی عظمت و شہرت کا باعث تھیں انگریزی عہد میں مسمار ہو گئیں۔

باغ۔ تالاب سے مغرب کی جانب مولوی عبدالحکیم نے ایک وسیع اور دلکشا باغ لگوایا تھا جس کے چاروں طرف ایک بلند فصیل بنائی گئی۔ باغ میں ہر قسم کے اشجارِ ثمردار موجود تھے۔ یہاں چبوترے اور بارہ دریاں بھی تھیں جن میں سنگِ مرمر، سنگِ سیاہ، سنگِ زرد، سنگ ابری اپنی اپنی بہار دکھاتے تھے۔ افسوس اب نہ باغ ہے نہ فصیل نہ کوئی بارہ دری نہ عمارت۔

عیدگاہ۔ آپ نے ایک عیدگاہ بھی تعمیر کرائی تھی جس کے چاروں طرف بلند اور چونے کی عمارت تھی۔ عیدگاہ کا دروازہ اور اس کی پیشانی اس قسم کے نقش و نگار اور خوبصورت بیل بوٹوں سے آراستہ تھی، جن سے لاہور کی مسجد وزیر خاں، گلابی باغ اور چوبرجی کے دروازوں کی پیشانیاں منقش ہیں۔ عیدگاہ کے چاروں دروازوں پہ بلند مینار تھے، عیدگاہ کا صحن اس قدر

وسیع تھا کہ اس میں ہزارہا آدمی بآسانی نماز پڑھ سکتے تھے۔

تالاب۔ علامہ عبدالحکیم نے لاکھوں روپے کی لاگت سے یہ تالاب بنوایا تھا۔ اس میں دریائے چناب سے ایک نہر آتی تھی جس کے بٹے ہوئے نشانات اب بھی کہیں کہیں پائے جاتے ہیں سکھوں کے عہد میں تالاب کی ملحقہ عمارتیں برجیاں اور پُل مسمار کر دیئے گئے۔ جنگ آزادی ۱۸۵۷ء کے بعد سرکار انگریزی نے اہل سیالکوٹ پر ساٹھ ہزار روپیہ جرمانہ کیا جو بعد میں معاف کر دیا گیا لیکن یہ روپیہ لوگوں نے وصول نہ کیا بلکہ برضا و رغبت مولانا کے تالاب کی کھدائی اور مرمت پر خرچ کر دیا۔ تالاب کے درمیان ایک کنواں تھا اور وہاں تک ایک پختہ پُل بنا ہوا تھا مگر مرمت کے وقت وہ پُل نکال کر کنواں بند کر دیا گیا۔

علامہ اقبال اور علامہ عبدالحکیم سیالکوٹی مولانا محمد دین فوق مرحوم نے سوانح علامہ عبدالحکیم کے صفحہ اول پر علامہ اقبال کا مندرجہ ذیل بیان شائع کیا ہے:۔ "مولوی عبدالحکیم علیہ الرحمۃ سیالکوٹ کی سرزمین میں پیدا ہوئے جو شاہانِ مغلیہ کے زمانہ میں اسلامی علوم کی ایک مشہور درسگاہ تھی۔ ان کی عالمگیر شہرت آخر شاہجہاں تک پہنچی جس نے ان کی قدر افزائی میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کیا۔ دربارِ دہلی میں بادشاہ کے اشارہ سے بڑے بڑے معرکۃ الآرا مذہبی و فلسفیانہ مباحث ہوا کرتے تھے جن میں سیالکوٹی فلسفی کی نکتہ آفرینیاں اور موشگافیاں وسطِ ایشیا اور ایران کے حکماء کو محوِ حیرت کیا کرتی تھیں۔

ان کی فلسفیانہ تصانیف میں سیالکوتی علی التصورات ایک مشہور رسالہ ہے جو کچھ مدت ہوئی مصر میں شائع ہوا تھا۔ اس کے علاوہ ان کی اور بھی کتابیں ہیں جو اسلامی ممالک میں بہت مقبول اور ہر دلعزیز ہیں۔ توحیدِ باری تعالیٰ پر بھی ان کا ایک رسالہ ہے جو شاہجہان کی فرمائش پر لکھا گیا تھا، مگر غالباً آج تک شائع نہیں ہوا۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ ان کے خیالات کا بیشتر حصہ اب تقویم پارینہ ہے لیکن اسلامی فلسفہ کا مؤرخ اس کو نظر انداز نہیں کر سکتا۔

سیالکوٹ میں ان کی مسجد اور تالاب اب تک ان کی یادگار ہیں، مگر افسوس کہ ان کا مزار جو تالاب کے قریب ہی واقع ہے نہایت کس مپرسی کی حالت میں قوم کی بے حسی اور مردہ دلی کا گلہ گزار ہے۔" (اقبال)